بحث ونظر

کفارت کی شرعی حیثیت

(۲)

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

۳۔ پیشہ

کسی بھی شخص کے لیے اپنی تمام ضروریاتِ حیات کو بذاتِ خود انجام دینا مشکل بلکہ ناممکن ہے، ان کی تکمیل کے لیے بہت سے افراد کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اس مقصد سے کاموں کو باہم تقسیم کر دیا گیا ہے، لیکن یہ تقسیم عزت وذلت کے اصول پر مبنی نہیں ہے، بلکہ جس طرح سے قبیلہ اور خاندان کی تقسیم تعارف کے لیے ہے اسی طرح سے کاموں کی تقسیم ضروریاتِ انسانی کی تکمیل کے لیے ہے، کوئی پیشہ باعثِ فخر ہے نہ سببِ ننگ و عار۔ ہر وہ پیشہ جو حلال اور جائز ہو شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے بلکہ رزقِ حلال کی تلاش مقصود ہو، متعلقین کے حقوق کی ادائیگی پیشِ نظر ہو اور اللہ کی رزاقیت پر اعتماد ہو تو یہ عین عبادت ہے۔

اسلام نے کسبِ معاش کو بڑی اہمیت دی ہے، اور جائز حدود میں رہتے ہوئے ہر طرح کے پیشے کو درست قرار دیا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

المذھب عند جمھور الفقھاء ان المکاسب کلھا فی الاباحۃ سواء[۹۳]	جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ تمام ذرائع معاش مباح ہونے میں یکساں ہیں۔

خصوصاً ہنر اور دست کاری کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

ما اکل احدٌ طعاماً قطّ خیراً من ان یاکل من عمل یدہٖ وانّ	اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی بھی کمائی نہیں ہے اور اللہ کے نبی داؤدؑ

نبی اللہ داؤدؑ کان یاکل من عمل یدہ[۹۴] اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔

اور حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ ایک مجلس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول کون سی کمائی سب سے عمدہ ہے: آپؐ نے ارشاد فرمایا:

عمل الرجل بیدہ وکل — اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور سچائی اور
بیع مبرور[۹۵] — دیانت داری سے کاروبار کرنا۔

آپؐ نے سینگی لگانے جیسے بظاہر گھٹیا پیشے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

نعم العبد الحجّام، یذھب — سینگی لگانے والا کتنا اچھا آدمی ہے
بالدم ویخفّ الصلب ویجلو — جو بدن سے خراب خون کو نکال دیتا ہے،
عن البصر[۹۶] — ریڑھ کو ہلکا اور آنکھ کی روشنی کو بڑھا دیتا ہے

بہت سے پیشے ایسے ہیں جن کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو ان کی تعلیم دی تھی، چنانچہ حضرت داؤدؑ کے متعلق تو قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں زرہ بنانے کی صنعت سکھائی تھی، وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ (الانبیاء: ۸۰) اور حضرت زکریاؑ کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ وہ بڑھئی کا کام کرتے تھے وکان زکریا نجاراً[۹۷]

انبیاء کے بعد سب سے معزز اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ جماعت صحابہ کرام کی ہے۔ ان کی طرف متعدد ایسے پیشے منسوب ہیں جنھیں عام طور پر آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سے صحابہ کرام کے متعلق صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ سلائی اور بنائی وغیرہ کیا کرتے تھے[۹۸]

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ چمڑے بنانے کا کام کرتی تھیں۔ اسی لیے وہ ازواج مطہرات میں مالی اعتبار سے سب سے خوش حال تھیں[۹۹] ایسے ہی ام المومنین حضرت زینبؓ چمڑے کی دباغت اور سلائی کیا کرتی تھیں اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کو اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کر دیا کرتی تھیں[۱۰۰]، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے متعلق منقول ہے کہ وہ دھاگا کاتنے کا کام کرتی تھیں، بلکہ دیگر عورتوں میں بھی بننے اور کاتنے کا عام رواج تھا[۱۰۱]۔ اور کپڑے کی بنائی عربوں کے پیشوں میں سے ایک اہم پیشہ اور ذریعہ معاش تھی، لیکن کسی بھی پیشہ کو حقیر اور گھٹیا سمجھنے کا تصور نہ تھا اور نہ اس کی وجہ سے شادی بیاہ

میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی تھی۔

ان روایتوں کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ پیشہ کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔ نہ کوئی پیشہ فخر و غرور کا ذریعہ ہے اور نہ کوئی ہنر باعثِ ننگ و عار، بلکہ تمام پیشے برابر ہیں، اس لیے ان میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے، اور امام مالکؒ کے متعلق گزر چکا ہے کہ وہ صرف دین داری میں کفاءت کا اعتبار کرتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمدؒ کا بھی ایک قول یہی ہے، شوافع اور امام احمدؒ اور محمدؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ پیشہ میں بھی کفاءت کا اعتبار کیا جائے گا۔ لہٰذا جو شخص کسی حقیر اور گھٹیا سمجھے جانے والے پیشے سے متعلق ہو وہ کسی اچھے پیشہ سے منسلک شخص کا کفو نہیں ہو سکتا ہے، امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے[۱۰۲] ان حضرات کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ حدیث ہے:-

العرب بعضهم اکفاء لبعض،	عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایک
قبیلة بقبیلة، ورجل برجل،	خاندان دوسرے خاندان کا اور ایک شخص
والموالی بعضهم اکفاء لبعض،	دوسرے شخص کا اور عجم آپس میں کفو ہیں
قبیلة بقبیلة، ورجل برجل،	ایک خاندان دوسرے خاندان کا اور
الا حائك او حجام [۱۰۳]	ایک شخص دوسرے شخص کا، سوائے کپڑا
	بننے والے اور سینگی لگانے والے کے۔

اس حدیث پر محدثین نے بڑی سخت جرح کی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس روایت کو امام حاکمؒ اور بیہقیؒ وغیرہ نے متعدد سندوں سے نقل کیا ہے لیکن کوئی بھی سلسلۂ سند جرح سے خالی نہیں ہے۔ چنانچہ امام حاکمؒ نے جس سند سے حدیث روایت کی ہے اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ کچھ نہیں معلوم کہ وہ کون صاحب ہیں اور امام بیہقیؒ نے جس سند سے روایت کی ہے اس کے ایک راوی عمران بن ابی فضل کے متعلق علامہ ابن حبانؒ کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ لوگوں کی طرف نسبت کر کے موضوع حدیث روایت کرتا تھا، اس کی روایتوں کا لکھنا جائز نہیں ہے، ابن معینؒ اور نسائیؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثوں کا ضعیف ہونا بالکل واضح ہے، اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ابو حاتمؒ کا خیال ہے کہ "هو منكر الحديث ضعيف

جدا"۔ امام دارقطنیؒ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن سلسلۂ سند کے ایک راوی "بقیہ" کو ضعیف کہا گیا ہے اور دوسرے راوی محمد بن فضل پر بھی جرح کی گئی ہے[۱۰۴]

اس طرح اس حدیث کی کوئی بھی سند نقد سے خالی نہیں ہے، اسی لیے محدثین کا یہاں تک خیال ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ

الحدیث شاذ لا یؤخذ فیما تعم بہ البلوی[۱۰۵] — بکثرت پیش آنے والے معاملہ میں اس شاذ حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

اور مشہور ناقد حدیث ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس روایت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ، باطل اور بے اصل روایت ہے اور علامہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر اور موضوع ہے[۱۰۶]

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگرچہ پیشہ میں کفارت سے متعلق احادیث پر نقد کیا گیا ہے لیکن متعدد اور مختلف سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے ان میں مضبوطی آجاتی ہے، بالفاظِ دیگر روایت درجۂ حسن تک پہونچ جاتی ہے اور اس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں کفادت کی کچھ اصل ہے، نیز نفسِ کفارت حدیث سے ثابت ہے، لہٰذا عرف و عادت اور حالات کے اعتبار سے اس کی تفصیل کو ثابت کیا جا سکتا ہے اور عرف و معاشرہ میں جس چیز کو باعث حقارت سمجھا جاتا ہو اس میں کفارت کا اعتبار کیا جائے گا چونکہ معاشرہ میں کچھ پیشوں کو حقیر اور کچھ کو اچھا سمجھنے کا رجحان ہے لہٰذا اس میں بھی کفادت شرط ہے[۱۰۷]

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ محدثین کا یہ اصول کہ متعدد سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے ضعیف حدیث میں قوت آجاتی ہے اس سے مراد وہ ضعف ہے جو سوءِ حفظ وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہو، اور اگر راوی کے فسق یا جھوٹ کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے تو اس کی موافقت کی وجہ سے حدیث قوی نہیں ہو سکتی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی تدریب و تقریب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ھذا اذا کان ضعفہ لسوء حفظ الراوی الصدوق الامین

اولارسال اوتدليس اوجهالة حال، ولوكان لفسق الراوى او كذبه فلا يؤثر فيه موافقة مثله له ولا يرتقى بذلك الى الحسن [۱۰۸]

رہی بات عرف و عادت کی تو یہ ذہن نشین رہے کہ ہر وہ چیز جو لوگوں کے درمیان رائج ہو جائے اور لوگ اس کے عادی اور خوگر ہو جائیں شریعت اسے سندِ جواز نہیں فراہم کر دیتی، کیونکہ اس طرح تو شریعت کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی، شریعت میں اس عرف ورواج کا اعتبار ہے جو اس کی روح اور مزاج سے متصادم نہ ہو، نیز وہ قرینِ عقل ہو اور ذوقِ سلیم اسے قبول کرے۔ عام طور پر جن پیشوں کو ذلیل اور گھٹیا سمجھا جاتا ہے ان میں شرعی اور عقلی اعتبار سے کوئی قباحت اور برائی نہیں ہے۔ غور فرمائیے کہ کپڑا بننے اور سینے سلانے میں کون سی برائی ہے، جس کی وجہ سے اسے گھٹیا سمجھا جائے؟ لوہاری اور بڑھئی کے پیشہ کو فروتر سمجھنے کی کون سی عقلی اور شرعی وجہ ہے؟ جوتا بنانے اور ٹانکنے کو آخر معیوب کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف تجارت اور زراعت کے باعثِ فخر ہونے کی کون سی شرعی اور عقلی بنیاد ہے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی پیشہ کو کمتر سمجھنا بگڑے ہوئے ذہن کی پیداوار ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں اس کے جواز کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ مولانا مفتی کفارت اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

> جائز پیشہ کی بنا پر کسی کو ذلیل سمجھنا اسلامی احکام اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے، مسلمانوں میں یہ مرض ہندوستان میں ہندوؤں کے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور بدقسمتی سے اس درجے تک پہونچ گیا ہے جس درجے میں ہندوؤں میں ہے اور اس نے اسلامی وحدت کو پاش پاش کر دیا ہے [۱۰۹]

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:۔

> عرب میں مختلف آدمی مختلف صنعتیں اختیار کرتے تھے۔ کسی صنعت کو حقیر یا ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا اور پیشہ اور صنعت کی بنیاد پر کسی شخص کو کم یا زیادہ نہ سمجھا جاتا تھا، نہ پیشوں کی بنیاد پر کوئی برادری بنتی تھی، پیشوں کی بنیاد پر برادریاں بنانا اور بعض پیشوں کو بحیثیتِ پیشہ حقیر و ذلیل سمجھنا یہ ہندوستان میں ہندوؤں کی پیداوار ہے اور ان کے ساتھ رہنے سہنے سے

مسلمانوں میں یہ اثرات قائم ہوگئے ہیں[۱۱]

پیشے میں کفارت کے قائلین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بذاتِ خود کوئی پیشہ باعثِ عزت وذلت نہیں ہے، البتہ بعض پیشوں کی کچھ خاصیات وتاثیرات ہیں جو اربابِ بصیرت اور اہلِ تجربہ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور ان خاصیات کی وجہ سے لازمی طور پر اچھے یا برے اخلاق کا ظہور ہوتا ہے، مثلاً جو شخص مُردوں کو نہلانے اور دفن کرنے وغیرہ کا پیشہ کرتا ہے عموماً تجربہ سے ثابت ہے کہ اس کا قلب سخت ہوجاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پیشہ کی وجہ سے عزّت وذلت نہیں، بلکہ ان خصوصیات کی وجہ سے ہے جو ان پیشوں کی وجہ سے لازماً پیدا ہوجاتی ہیں[۱۱]

اس دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ میں کفارت کا اعتبار دراصل کسی کی دینی اور اخلاقی حالت کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر کوئی ان پیشوں میں جنھیں عام طور پر گھٹیا سمجھا جاتا ہے، مشغول ہوتے ہوئے بھی تقویٰ اور طہارت اور اچھے اخلاق سے متصف ہے تو اسے حقیر نہیں سمجھا جائے گا اور وہ ایسے شخص کا کفو بن سکتا ہے جو اس سے اچھے پیشہ کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہی کتابوں میں اس مسئلہ کو بڑے اہتمام سے بیان کیا گیا ہے کہ ظالم حکمرانوں کے ماتحت کام کرنے والے سب سے زیادہ ذلیل ہیں[۱۲] اور علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قصاب کے پیشہ میں ایک طرح کی پستی ہے لیکن اس کی وجہ سے قصاب میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوتی ہے اگر وہ دین دار ہو[۱۳] سوال یہ ہے کہ کیا عملی دنیا سے بھی اس کا کوئی تعلق ہے؟ جو لوگ پیشہ میں کفارت کے سلسلہ میں جذباتی ہوتے ہیں، کیا سرکاری اہل کاروں کے ساتھ بھی ان کا یہی طرزِ عمل ہوتا ہے جن کے ظلم وزیادتی اور رشوت خوری کی سابق میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے؟ کیا اس مسئلہ میں فقہاء کی تصریحات ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہیں؟

دوسرے یہ کہ جب اصل دارومدار دین داری اور اخلاقی حالت پر ہے تو خود کسی پیشہ کو گھٹیا اور کمتر قرار دے کر شادی بیاہ کے معاملہ میں اسے مستقل حیثیت کیوں دی جاتی ہے؟ کیوں نہ تقویٰ وطہارت اور اخلاقی حالت ہی کو معیار بنایا جائے، کیونکہ اخلاق وکردار کا تعلق نہ تو حسب نسب سے ہے اور نہ کسی پیشہ سے، بلکہ اس کا تعلق

ذاتی کسب اور سماجی ماحول سے ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پیشہ کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کا جو خیال برادرانِ وطن کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں جڑ پکڑ گیا ہے، اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے، لیکن اگر اس عجمی سوچ اور ہندوانہ فکر کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین قرار دے کر گلے کا ہار بنایا گیا تو غیروں میں اسلام کے تعلق سے غلط پیغام جائے گا کہ یہاں بھی طبقاتی نظام موجود ہے، کچھ لوگ پیدائشی اعتبار سے باعزت ہیں خواہ کردار کے اعتبار سے کتنے ہی پست ہوں اور کچھ دوسرے لوگ حقیر وذلیل ہیں گرچہ وہ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہوں۔ یہاں خوبیوں کے بجائے نسل اور ذات اور پیشہ کا اعتبار ہے، اور جو لوگ اسلام کے تصورِ مساوات سے متاثر ہوکر اسے قبول کرنا چاہیں گے وہ مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر پیچھے ہٹ جائیں گے، یہ صرف مفروضہ نہیں، بلکہ واقعات کی دنیا میں آئے دن اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

۴۔ خاندانی اسلام

حنفی اور شافعی علماء کے نزدیک عجمیوں میں اسلام لانے میں بھی کفاءت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی جو شخص خود مسلمان ہو اور اس کا باپ بھی اسلام قبول کر چکا ہو اس کے برابر وہ شخص نہیں ہوسکتا جو خود تو مسلمان ہو لیکن اس کا باپ کافر ہو اور جس کے باپ، دادا دونوں مسلمان ہوں اس کے برابر وہ شخص نہیں جس کا باپ تو مسلمان ہو مگر دادا کافر ہو، لیکن کوئی شخص دو پشتوں سے مسلمان ہو تو وہ ایسے تمام لوگوں کا کفو ہے جو پشت ہا پشت سے مسلمان ہوں، آگے مزید کوئی درجہ بندی نہیں ہے، امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ کوئی شخص ایک پشت سے مسلمان ہو تو وہ تمام قدیم مسلمان کا کفو ہوسکتا ہے، یعنی ان کے یہاں باپ کا اسلام لانا کافی ہے۔ کفاءت کے لیے دادا کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ شوافع کی دوسری رائے اسی کے مطابق مذکور ہے[۱۱]

علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف کی وجہ حالات کی تبدیلی ہے، امام صاحب کے عہد میں دادا کا غیر مسلم ہونا باعث

عیب تھا اور امام ابو یوسفؒ کے وقت میں یہ عیب باقی نہ رہا۔[۵۱]

امام احمد بن حنبلؒ اور علماء شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ کفاءت کے سلسلہ میں قدیم مسلمان اور نو مسلم ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔[۵۲]

واضح رہے کہ یہ اختلاف عجمی مسلمانوں کے تعلق سے ہے۔ اہلِ عرب کے متعلق تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان میں اس کفاءت کا اعتبار نہیں ہے، عجم اور عرب میں فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس سلسلہ میں قائلینِ کفاءت کا خیال ہے کہ اہلِ عرب بجائے اسلام کے نسب پر فخر کرتے ہیں[۵۳] اس کے برخلاف اہل عجم کے پاس نسب محفوظ ہی نہیں ہے لہٰذا وہ نسب پر فخر کرنے کے بجائے اسلام پر فخر کرتے ہیں[۵۴] اور اہلِ عجم میں قدیم اور نو مسلم میں فرق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نو مسلم کے باپ اور دادا کا غیر مسلم ہونا باعثِ ننگ و عار ہے اس لیے کوئی قدیمی مسلمان اسے اپنی بیٹی دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے۔

قدیم مسلمان اور نو مسلم میں اعتبارِ کفاءت کے لیے مذکورہ دلیل کے سوا کتاب وسنت میں کوئی مضبوط یا کمزور بنیاد موجود نہیں ہے، صحیح روایت تو بہت دور کی بات ہے ضعیف بلکہ کسی موضوع روایت میں اشارۃً بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا ہے، اور نہ کسی صحابی کے قول و عمل ہی سے اس کی طرف رہنمائی ملتی ہے بلکہ اس کے برخلاف دلیل موجود ہے۔ علامہ ابن قدامہؒ بڑے تیکھے انداز میں سوال کرتے ہیں:

فان الصحابة رضي الله عنهم	کیونکہ اکثر صحابہ کفر سے اسلام کی طرف
اکثرهم اسلموا وکانوا افضل	آئے تھے اور وہ اس امت کے سب
الامة فلایجوز ان یقال	سے افضل لوگ ہیں تو کیا یہ کہنا درست
انهم غیرالکفاء للتابعین[۵۵]	ہوگا کہ وہ تابعین کے کفو نہیں ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ باپ و دادا کا مسلمان نہ ہونا باعثِ عیب ہے تو یہ بات دادا کی حد تک تسلیم ہے، بلا شبہ کفر ایک عیب ہے بلکہ ہر عیب سے بڑھ کر ہے۔ لیکن جو شخص اس عیب سے فرار اختیار کرکے اسلام کے دامن میں پناہ لے چکا ہے، کیا دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے کے باوجود باپ دادا کا یہ عیب اس سے چپکا رہے گا؟

دوسرے یہ کہ اس مسئلہ کے مطابق اگر کوئی شخص مسلمان ہونا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہو اور بیوی کو بھی اسلام پر رضامند کرلے اور ایسا نہ ہو تو پھر کسی غیر مسلم لڑکی کو بھی اپنے ساتھ اسلام لانے پر آمادہ کرے اور پھر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائے۔ اس کے علاوہ کوئی تیسری شکل نہیں ہے کیونکہ تمام قدیم مسلمان اپنے سماج اور سوسائٹی کو دیکھتے ہوئے بلکہ ایک شرعی حق کی بنیاد پر اس سے رشتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

کیا یہ اسلام لانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے، کیا ان زبردست مشکلات کے باوجود کوئی شخص اسلام کی طرف راغب ہو سکتا ہے؟ نیز ہماری دعوتی پوزیشن کیا ہوگی؟ کیا ہمارے پاس اس اہم سماجی اور معاشرتی مسئلہ کے لیے کوئی حل ہے؟

سچ تو یہ ہے کہ نسب، پیشہ اور خاندانی اسلام میں کفارت قبولِ اسلام کی راہ میں پہاڑ بن کر حائل ہے، کتنے افراد نہیں بلکہ کتنے خاندان اور آبادیاں اس کی وجہ سے اسلام سے محروم رہ گئیں، وہ قبولِ اسلام کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے لیکن عدمِ مساوات کی ان چٹانوں نے انھیں راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کردیا، جب انھیں معلوم ہوا کہ اسلام میں نظریاتی طور پر تو مساوات ہے لیکن مسلمانوں میں عملی طور پر اونچ نیچ کا تصور موجود ہے تو انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ پچھڑے اور "نیچ" سمجھے جانے والے غیر مسلموں کی ایک بھاری تعداد ذات پات کے نظام سے چھٹکارا حاصل کرکے اسلام کے دامن میں پناہ لینا چاہتی تھی مگر ان کے رہنما ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے راستہ کی ان مشکلات کو دیکھ کر رخ تبدیل کردیا۔ ایک موقع پر انھوں نے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو مخاطب کرکے موجودہ مسلم معاشرہ کے سلسلہ میں کہا تھا:

"مولانا! آپ اس الماری میں کتابیں دیکھ رہے ہیں، یہ سب مذہب اسلام اور اسلامیات سے متعلق ہیں۔ میں نے سید امیر علی، عبداللہ یوسف علی اور دوسرے بہت سے مسلم اور غیر مسلم اور اسلام کے اسکالرز کی کتابوں کا توجہ سے مطالعہ کرلیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصولی طور پر اسلام سماجی جمہوریت اور انسانی مساوات کا داعی و نقیب ہے لیکن ہندوستان میں آپ لوگ "منو" کے ورن آشرم پر عمل پیرا ہیں اور آپ نے اپنے

سماج کو بھی ذات برادری میں تقسیم کر رکھا ہے، میں اگر اسلام قبول کر لیتا ہوں تو آپ مجھے کس خانے میں رکھیں گے۔" [۱۹]

اور جن لوگوں نے راستے کی ان مشکلات کو نظر انداز کر کے منزل پہ نگاہ رکھی وہ بھی منزل پر پہونچنے کے بعد نا آسودہ اور غیر مطمئن ہیں۔ ان کی لڑکیاں بن بیاہی پڑی ہوئی ہیں، ان کے لڑکوں کا رشتہ نہیں مل رہا ہے، حالانکہ نومسلموں کو حقیر اور کمتر سمجھنے اور قدیم مسلمانوں کا غیر کفو قرار دینے کی کوئی عقلی اور شرعی بنیاد نہیں ہے اور اسے نظر انداز کر دینے میں کوئی سماجی قباحت بھی نہیں ہے۔ نابرابری کا یہ تصور ختم ہو جائے اور مسلمان اپنی اصلاح کریں تو اسلام کے پھیلنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ اسی بنیاد پر جب ایک نومسلم نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ:

سائل کو مع اہلیہ دینِ اسلام قبول کیے ۲۳ سال ہوئے، اس مدت میں دو لڑکے ہوئے جن کی عمر ۱۷-۱۹ سال کی ہے، ان کی شادی کے لیے مسلمانوں میں پیام بحیثیت مسلمان ہونے کے دیا گیا تو بعض حضرات جن کو اپنی علمیتِ دینی کا دعویٰ ہے فرماتے ہیں کہ نومسلم کی اولاد کا نومسلم کی اولاد سے رشتہ ہونا چاہیے، چنانچہ اس فتوے سے شادی کا لعدم ہو گئی۔

تو حضرت مفتی صاحب نے یہ جواب دیا کہ:۔

نومسلم کی اولاد کی شادی ہر مسلمان کی اولاد سے ہو سکتی ہے، یہ بات نہیں ہے کہ نومسلم کی اولاد کی شادی نومسلم کی اولاد کے ساتھ ہو، جو مسلمان یہ کہتا ہے کہ نومسلم کی اولاد کی شادی نومسلم کی اولاد سے ہی ہونا چاہیے وہ جاہل اور اسلامی احکام سے ناواقف ہے۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے ہر مسلمان کو خواہ وہ موروثی مسلمان ہو یا نومسلم، بھائی بھائی قرار دیا ہے اور ہر مسلم و نومسلم ایک دوسرے سے مناکحت کا رشتہ کر سکتے ہیں، کوئی ممانعت نہیں، جو مسلمان اپنے نومسلم بھائی کو رشتہ دے گا وہ دہرے ثواب کا مستحق ہو گا۔ [۲۰]

۵۔ مالداری

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور

عرض کیا: معاویہ بن ابوسفیان اور جہم نے مجھ سے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ آپ کا اس سلسلہ میں کیا مشورہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہم تو مارنے پیٹنے والے آدمی ہیں اور معاویہ نادار اور مفلوک الحال ہیں، تم اسامہ سے نکاح کر لو۔[۱۲۱]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کی غربت اور ناداری کی بنیاد پر ان سے نکاح کا مشورہ نہیں دیا، اور ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی میں مال کی اہمیت کی وضاحت یوں فرمائی کہ نسب ہی کی طرح مالداری بھی دنیا والوں کی نگاہ میں باعثِ عز و شرف ہے: ارشاد فرمایا: ان احساب اهل الدنیا المال۔[۱۲۲] (دنیا والوں کا حسب نسب مال ہے)

ان احادیث کی بنیاد پر فقہاء احناف اور شوافع کا خیال ہے کہ مالداری میں بھی کفاءت کا اعتبار ہے، امام احمدؒ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق منقول ہے، لیکن مالداری کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ آدمی اتنی رقم کا مالک ہو کہ مہر فوراً ادا کر سکے اور بیوی کا خرچ اٹھانے پر قادر ہو بلکہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک تو صرف نفقہ کی ادائیگی پر قادر ہونا کافی ہے گرچہ وہ مہر ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو۔[۱۲۳]

بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی طرف یہ خیال منسوب کیا ہے کہ معاشی لحاظ سے مرد و عورت کی سطح ایک ہونی چاہیے یا بہت معمولی فرق ہو۔ اس لیے نفقہ و مہر پر قدرت کے باوجود کوئی شخص ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے جس کی معاشی سطح اس سے بہت بلند ہو۔[۱۲۴]

اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ سماج میں مالدار کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور لوگ اس پر فخر کرتے ہیں اور مفلسی و ناداری کو باعثِ عار خیال کیا جاتا ہے، امام ابویوسفؒ کی رائے اس کے برخلاف ہے وہ اس کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ مال ایک آنی جانی چیز ہے جس کو قرار نہیں۔[۱۲۵] نیز یہ کہ اگرچہ لوگ فقر کو معیوب سمجھتے ہیں لیکن اللہ کی نگاہ میں باعثِ شرف و عزت ہے، اسی لیے آنحضورؐ دعا کرتے تھے کہ:

اللهم احيني مسكيناً — اے اللہ! مجھے مسکینوں کی زندگی
وامتني مسكيناً[۱۲۶] — اور مسکینی کی موت عطا فرما۔

لیکن ابن ہمامؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کی طرف اس قول کی

نسبت غیر یقینی ہے، کیونکہ کتب ظاہر روایت میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی لیے علامہ عینیؒ نے اس قول کے بارے میں لکھا ہے کہ لیس بشئی[۱۲۴] (یہ معتبر نہیں ہے) اور امام سرخسیؒ نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ کثرتِ مال کا اعتبار نہیں ہے[۱۲۵]

جن لوگوں نے مال داری اور خوش حالی میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے ان کے پیش نظر بس اتنی بات ہے کہ کسی مالدار اور خوش حال شخص کو ایسے آدمی سے اپنی لڑکی کا رشتہ نہیں کرنا چاہیے جو بالکل قلاش، بے صلاحیت اور کاہل ہو کیونکہ اس کی وجہ سے زندگی کی گاڑی کا چلنا ہی مشکل ہو جاتا ہے، لیکن اگر کسی شخص میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ کما کر بیوی کا خرچ اٹھا سکتا ہو گرچہ نکاح کے وقت اس کے پاس کچھ بھی موجود نہ ہو تو اس سے رشتہ جوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایسا شخص مالدار عورت کا کفو ہو سکتا ہے، چنانچہ ابن ہمامؒ نے مجتبیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ :

الصحیح انہ اذا کان	صحیح یہ ہے کہ جو شخص کما کر خرچ اٹھا سکتا
قادراً علی النفقۃ علی طریق	ہے وہ کفو ہوگا، اسی طرح کی بات امام
الکسب کان کفأً، ومعناہ	ابو یوسفؒ سے منقول ہے، چنانچہ وہ کہتے
منقول عن ابی یوسف قال	ہیں کہ جو شخص عورت کو رواج کے مطابق
اذا کان قادراً علی ایفاء ما یعجل لہا	مہر کا کچھ حصہ فوراً دے سکتا ہے اور روزانہ
بالید ویکتسب ما ینفق لہا یوماً	کی کمائی سے خرچ اٹھا سکتا ہے تو وہ
بیوم فہو کفو والا لایکون کفأً[۱۲۶]	کفو ہے ورنہ نہیں۔

۶۔ عیوب سے محفوظ ہونا

شادی سے پہلے ہی مرد میں کوئی عیب ہو لیکن اس نے عورت یا اس کے سرپرستوں کو آگاہ نہ کیا ہو یا شادی کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو جائے تو دونوں صورتوں میں عورت عدالت میں نکاح ختم کرنے کے لیے اپیل کر سکتی ہے، جن عیوب کی وجہ سے عورت کو یہ حق حاصل ہوگا وہ درج ذیل ہیں :

(۱) پاگل پن (۲) کوڑھ (۳) سیاہ وسفید داغ (۴) خصی ہونا (۵) عضوِ تناسل کا کٹا ہوا ہونا۔ (۶) نامردی وغیرہ۔

امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مذکورہ تمام عیوب کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ملے گا، امام ابوحنیفہؒ کا خیال ہے کہ ان میں سے صرف پانچویں اور چھٹے عیب کی وجہ سے عورت فسخ کا مطالبہ کرسکتی ہے، امام محمدؒ کے نزدیک مذکورہ ان دو عیبوں کے ساتھ پاگل پن، سیاہ و سفید داغ اور کوڑھ بھی شامل ہے[۱۳۰] بلکہ بعض فقہی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کے یہاں اس کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ ان کے نزدیک مرد میں ایسا کوئی عیب ہو کہ اس کی وجہ سے عورت کے لیے اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو رہا ہو تو بھی وہ فسخ کا مقدمہ دائر کرسکتی ہے۔ چنانچہ زیلعی لکھتے ہیں:

وقال محمد ترد المرأة اذا کان بالرجل عیب فاحش لا تطیق المقام معه، لانها تعذر علیها الوصول الی حقها لمعنی فیه فکان کالجب والعنة[۱۳۱]	امام محمد نے کہا کہ مرد میں کوئی کھلا ہوا عیب ہو جس کی وجہ سے عورت اس کے ساتھ رہ نہ سکتی ہو تو اسے نکاح ختم کرنے کا حق ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے عورت کو اپنا حق حاصل کرنا مشکل ہوگا، تو اس طور پر یہ آلہ تناسل کٹے ہوئے ہونے اور نامردی کے حکم میں ہوگا۔

جنون کے سلسلہ میں فقہی کتابوں میں صراحت ہے کہ فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے[۱۳۲] مذکورہ عیوب کے بارے میں کسی عورت کو پہلے سے علم ہو لیکن اس کے باوجود سرپرستوں کی اجازت کے بغیر اس مرد سے شادی کرلے تو امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سرپرستوں کو اعتراض کا حق ہوگا اور اس بنیاد پر وہ عقدِ نکاح ختم کرسکتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان عیوب سے محفوظ ہونا ان کے نزدیک کفاءت میں شامل ہے[۱۳۳] اس لیے کسی مرد میں مذکورہ عیوب میں سے کوئی عیب ہو تو وہ کسی ایسی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا ہے جو اس مرض سے پاک ہو، اس کے برخلاف حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک عیوب سے محفوظ ہونے میں کفاءت کا اعتبار نہیں ہے[۱۳۴] لہٰذا کوئی عورت سرپرست کی اجازت کے بغیر کسی عیبی اور مریض سے نکاح کرلیتی ہے تو ان کو اس بنیاد پر نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ البتہ جنون کے سلسلہ میں بعض حنفی فقہاء کا خیال ہے کہ اس میں بھی کفاءت کا اعتبار ہے، چنانچہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے

ہیں کہ جنون کے سلسلہ میں متقدمین سے کچھ منقول نہیں ہے اور بعد کے لوگوں میں اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے[۱۳۵] اور ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں کہ پاگل کسی عقل مند عورت کا کفو ہو سکتا ہے تاہم اس مسئلہ میں مشائخ کے درمیان اختلاف ہے[۱۳۶] علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ابن نجیمؒ کی اس رائے پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

قال فی النہر وقیل یعتبر لانہ یفوت مقاصد النکاح فکان اشد من الفقر ودناءة الحرفة، وینبغی اعتمادہ لان الناس یعیروت بتزویج المجنون اکثر من ذی الحرفة الدنیئة وفی البنایة عن المرغینانی لا یکون المجنون کفواً للعاقلة[۱۳۷]	نہر نامی کتاب میں ہے کہ بعض لوگوں کی رائے کے مطابق عقل میں کفاءت کا اعتبار ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو مقاصدِ نکاح ہی باقی نہیں رہیں گے۔ لہٰذا عقل میں کفاءت فقر اور پیشہ کی کفاءت سے بڑھ کر ہے اور اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ لوگ پاگل سے رشتہ کرنے کو گھٹیا پیشہ والے کے رشتہ سے زیادہ باعثِ عار سمجھتے ہیں، اور بنایہ میں مرغینانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ پاگل کسی عقل مند عورت کا کفو نہیں ہے۔

اور علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے بھی لکھا ہے :-

ولولیّہا منعہا من نکاح المجزوم والابرص والمجنون[۱۳۸]	عورت کے سرپرستوں کو کوڑھی، سفید داغ والے اور پاگل سے نکاح کرنے سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

۷۔ آزادی

غلامی کی حالت میں کسی باندی کی شادی کر دی جائے تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار رہے کہ سابق نکاح کو باقی رکھے یا ختم کر دے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ بریرہ نامی ایک باندی کا نکاح مغیث نام کے ایک غلام سے ہوا تھا اور جب وہ آزاد ہوئیں تو اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اب آزاد ہو، چاہو تو سابق نکاح کو باقی رکھو یا ختم کر دو۔[۱۳۹]

لیکن ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ کفاءت سے غیر متعلق ہے کیونکہ کفاءت کا اعتبار ابتدائے عقد میں ہوتا ہے، عقد ہو جانے کے بعد کفو یا غیر کفو ہونے کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ یہ اختیارات کے قبیل سے ہے۔ یعنی حالتِ غلامی کی شادی میں باندی کی پسند و اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا ہے بلکہ آقا کی مرضی اور صواب دید پر منحصر ہے، اس لیے جب آزاد ہوتی ہے تو اسے سابق معاملہ پر نظر ثانی کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اس لیے امام مالکؒ بھی اس کے قائل ہیں،[۱۴۰] اور اسی لیے عام طور پر فقہاء آزادی میں کفاءت سے اسے مراد بھی نہیں لیتے ہیں گرچہ بطور دلیل اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے، بلکہ آزادی میں کفاءت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی غلام چاہے وہ حالتِ غلامی میں ہو یا آزاد کر دیا گیا ہو کسی آزاد عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے، اور ایسے ہی کوئی آزاد غلام اس عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے جو خود تو آزاد ہو لیکن باپ غلام ہو، یا مرد آزاد ہے مگر اس کا باپ غلام تھا تو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ہے جو خود بھی آزاد ہو اور اس کا باپ بھی، اور جس عورت کے باپ و دادا دونوں آزاد ہوں اس کا کفو وہ مرد نہیں ہو سکتا ہے جس کا دادا غلام ہو گرچہ وہ اور اس کا باپ آزاد ہو گویا کہ خاندانی اسلام کے سلسلہ میں جو تفصیل ہے وہ یہاں بھی ہے اور جو اختلاف وہاں مذکور ہوا وہ اس مسئلہ میں بھی ہے۔[۱۴۱]

۸۔ وجاہت

فقہاء احناف نے کفاءت میں "حسب" کا بھی اعتبار کیا ہے، بلکہ "حسب" اس قدر اہم ہے کہ صاحب حسب کسی شریف النسب کا کفو ہو سکتا ہے بلکہ کوئی شریف النسب بدکردار ہے تو صاحبِ حسب کفاءت کے اعتبار سے اس سے بڑھ جائے گا، اس کی حیثیت اور وقعت اس درجہ ہے کہ اس کی وجہ سے نسب کی کمتری اور پیشہ کی دنارت وغیرہ کی تلافی ہو جاتی ہے۔[۱۴۲]

"حسب" سے کیا مراد ہے اس سلسلہ میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے، بعض حضرات کا رجحان ہے کہ حسب اچھے اخلاق کو کہا جاتا ہے، الحسب مکارم الاخلاق[۱۴۳]

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ "حسب" دینداری کا نام ہے "ویقال حسبه دینه[۱۴۴]" صدر الاسلام فرماتے ہیں کہ جاہ و حشمت اور عہدہ و منصب کے مالک صاحبِ حسب کہلائیں گے[۱۴۵]

لیکن فقہاء نے اس کے ذیل میں جو مسائل لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ "حسب" سے مراد علمی وجاہت اور دینداری ہے، چنانچہ امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ:۔

ان الذی اسلم بنفسه	جس شخص نے خود سے اسلام قبول کیا
اوعتق اذا احرز من الفضائل	ہو یا آزاد ہو گیا ہو وہ اگر اتنی فضیلتوں
ما یقابل به نسب الآخر	کی وجہ سے شریف النسب کے معیار
کان کفوًا له[۱۴۶]	پر پہنچ گیا ہو تو اس کا کفو ہو سکتا ہے۔

اور علامہ ابن ہمامؒ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھتے ہیں :۔

قالوا الحسیب یکون	فقہاء کہتے ہیں کہ صاحبِ حسب،
کفوًا للنسیب فالعالم العجمی کفو للجاهل	شریف النسب کا کفو ہو گا، اس لیے
العربی والعلویة لان شرف العلم	عجمی عالم عربی جاہل اور علوی کا کفو ہے،
فوق شرف النسب[۱۴۷]	کیونکہ علم کا شرف نسب کے شرف سے بڑھ کر ہے۔

اور علامہ ابن عابدین شامیؒ کا بیان ہے کہ:

کان شرف العلم اقوی	علم کا شرف نسب کے شرف سے
من شرف النسب بدلالة	قوی ہے، قرآن کریم کی آیت سے ہی
الآیة[۱۴۸]	معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ علمِ دین کے مقابلے میں نسب کو ترجیح دیتے ہیں ان کی تردید کرتے ہوئے علامہ شامی بڑے تیکھے انداز میں سوال کرتے ہیں :

وکیف یصح لاحد ان یقول ان	کسی کے لیے یہ کہنا کیسے درست ہو گا
مثل ابی حنیفة اوالحسن البصری و	کہ ابو حنیفہ اور حسن بصری وغیرہ جیسے غیر عربی
غیرهما ممن لیس بعربی انه لایکون	کسی جاہل قریشی یا اپنے پاؤں پر پیشاب
کفوا لبنت قرشی جاهل اولبنت عربی بوال	کرنے والے عربی کے کفو نہیں ہیں۔
علی عقبیه[۱۴۹]	

فقہاء کی ان تصریحات کے بعد کہ علمی شرافت سے پیشہ کی کمتری کی تلافی ہو جاتی ہے[۱۵۰]

کیا کسی کے لیے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ جولاہے اور کھال پکانے والے .... اگر عالم بھی ہو جائیں تو بھی شرفاء کے کفو نہیں ہو سکتے ہیں[۱۵۱]

سچ تو یہ ہے کہ معیارِ فضیلت وہ علمِ دین ہی ہے جو ہمدوشِ عمل ہو، اس کے سامنے ہر فضیلت ہیچ ہے، مگر انسانوں میں باہم فرق کیا جا سکتا ہے تو اسی وجہ سے چنانچہ ارشاد ربانی ہے :۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۹)	کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، دونوں برابر ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا :

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلہ: ۱۱)	اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جن کو علم عطا ہوا درجے بلند کرتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

الناس معادن کمعادن الذهب والفضة، خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا[۱۵۲]	لوگ سونے اور چاندی کے کانوں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جو زمانۂ جاہلیت میں اچھے کردار کے حامل تھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ویسے ہی ہوں گے، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

" حسب " سے متعلق فقہی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفاءت میں اصل حیثیت اسی کی ہے، اس کے علاوہ بقیہ چیزیں بنیادی حیثیت سے کفاءت میں شامل نہیں ہیں بلکہ حالات اور معاشرتی رواج پر مبنی ہیں اگر حالات و عادات بدل جائیں تو ان کی حیثیت میں بھی تبدیلی ہو جائے گی، چنانچہ عجمیوں میں نسبی اعتبار سے کفاءت غیر معتبر ہونے کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ چیز ان میں باعثِ فخر نہیں ہے، اور اہلِ عجم میں پیشہ میں کفاءت کے مسئلہ پر فقہاء نے بصراحت لکھا ہے کہ :

ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور	پیشہ میں کفاءت کا اعتبار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرف بعض پیشوں کو باعثِ نقص

خیال کرتے ہیں۔

اسی بنیاد پر علامہ ابن ھمامؒ نے لکھا ہے کہ اسکندریہ میں بُنائی کے پیشہ کو اچھا سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہاں باعثِ نقص نہیں ہے لہٰذا وہاں بنائی کرنے والا دوا فروش کا کفو ہوسکتا ہے۔[۱۵۳]
ایسے ہی خاندانی اسلام میں کفاءت کے سلسلہ میں علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ:

ایسی جگہ جہاں قریبی زمانہ میں اسلام پھیلا ہو اور وہاں تو مسلم ہونا باعث عار اور عیب نہ سمجھا جاتا ہو تو وہاں آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہوسکتے ہیں۔[۱۵۴]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب چیزیں معاشرتی مصالح پر مبنی ہیں اور تمام تر دار و مدار عرف و رواج پر ہے، اب بدلتے ہوئے معیار اور قدروں کا تقاضا ہے کہ ان چیزوں میں کفاءت کا خیال نہ رکھنا چاہیے کہ اس سے بڑی خرابی یہاں پیدا ہورہی ہیں۔ سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے غیر مسلموں میں غلط پیغام جارہا ہے۔ دوسرے اس کی وجہ سے مسلمانوں میں اونچ نیچ کا تصوّر عام ہورہا ہے جو صراحتًا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک طرح طبقاتی کشمکش بھی ہے۔ اس کے ذریعے اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنے اور انھیں مختلف خانوں میں بانٹ کر بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی اس کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہیں، نیز یہ کہ برادری اور پیشہ وغیرہ میں برابری کی تلاش میں نہ معلوم کتنی لڑکیاں بن بیاہی پڑی رہ جاتی ہیں، یا اسے برادری کے ایسے شخص کے پلے باندھ دیا جاتا ہے جو تعلیم، اخلاق و کردار، رہن سہن کے اعتبار سے اس سے فروتر ہوتا ہے، حالانکہ ان کی نگاہ میں ایسا لڑکا بھی ہوتا ہے جو تعلیم، معیارِ زندگی، اخلاق و کردار کے اعتبار سے ان کے معیار پر پورا اترتا ہے اور لڑکی بھی ذہنی اعتبار سے اس سے وابستہ ہوتی ہے مگر خاندانی نخوت کی وجہ سے اس رشتہ سے انکار کردیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے آئے دن آشنا کے ساتھ فرار، کورٹ میرج بلکہ خودکشی تک کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

حواشی

۹۳۔ المبسوط ۲۵۸/۳۰

۹۴۔ صحیح بخاری ۲۷۸/۱

۹۵ھ مسند احمد، بزار، معجم طبرانی کبیر بحوالہ جمع الفوائد ۱/ ۲۴۲
۹۶ھ سنن ابن ماجہ ۲/ ۲۷۲ باب الطب، تحقیق مصطفیٰ الاعظمی، سنن ترمذی ۲/ ۲۶ کتاب الطب، وحسّنہ
۹۷ھ صحیح مسلم کتاب الفضائل
۹۸ھ دیکھئے صحیح بخاری ۱/ ۲۸۰
۹۹ھ الاصابۃ ۴/ ۲۷۸
۱۰۰ھ حوالہ مذکور ۴/ ۳۱۷
۱۰۱ھ نبی رحمت / ۲۴۹
۱۰۲ھ دیکھئے المبسوط ۵/ ۲۵، فتح القدیر ۳/ ۱۹۲ روضۃ الطالبین ۷/ ۸۱ المغنی ۶/ ۴۸۵
۱۰۳ھ السنن الکبریٰ ۷/ ۱۳۴ وغیرہ
۱۰۴ھ دیکھئے نصب الرایہ ۳/ ۱۹۷، الدرایۃ ۲/ ۶۳ نیل الاوطار ۶/ ۱۲۸، سبل السلام ۳/ ۱۲۸، ارواء الغلیل ۶/ ۲۶۸
۱۰۵ھ المبسوط ۵/ ۲۵
۱۰۶ھ نصب الرایۃ ۳/ ۱۹۷، الدرایۃ ۲/ ۶۳ وغیرہ
۱۰۷ھ دیکھئے فتح القدیر ۲/ ۱۸۹
۱۰۸ھ ردالمحتار ۱/ ۹۰
۱۰۹ھ کفایت المفتی ۱/ ۲۶۵
۱۱۰ھ معارف القرآن ۷/ ۲۶۲
۱۱۱ھ نہایات الارب / ۱۴ و ۳۹
۱۱۲ھ فاما اتباع الظلمۃ فاخسّ من الکلّ۔ الدر المختار: ۴/ ۲۱۶
۱۱۳ھ وان ذالک لاینقصہ ولا یسقط شہادتہ ان کان عادلا۔ عمدۃ القاری
۱۱۴ھ الہدایہ ۲/ ۳۰۰، ردالمحتار ۴/ ۲۱۱، روضۃ الطالبین ۷/ ۸۱
۱۱۵ھ فتح القدیر ۳/ ۱۹۱
۱۱۶ھ لانہم لا یتفاخرون بہ، وانما یتفاخرون بالنسب، ردالمحتار، ۴/ ۲۱۱
۱۱۷ھ فقد ضیّعوا انسابہم ومفاخرتہم بالاسلام، العنایۃ علی حاشیہ فتح القدیر ۳/ ۱۹۱
۱۱۸ھ المغنی ۶/ ۴۸۵
۱۱۹ھ ہندوستانی معاشرے میں مسلمانوں کے مسائل ۲/ ۴۲۔ ۳۴۱ از ڈاکٹر اشفاق محمد خاں

۱۲۰؎ کفایت المفتی ۵/۲۴۱

۱۲۱؎ صحیح مسلم ۱/۴۸۴

۱۲۲؎ السنن الکبریٰ ۷/۱۳۶

۱۲۳؎ دیکھئے الہدایۃ ۲/۳۰۰، المغنی ۶/۴۸۵، روضۃ الطالبین ۷/۸۲ واضح رہے کہ فقہ شافعی میں اصح یہ ہے کہ مالداری میں کفاءت غیر معتبر ہے، امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے (حوالہ مذکور)

۱۲۴؎ حتی ان الفائقۃ فی الیسار لا یکافئہا القادر علی المہر والنفقۃ، الہدایۃ ۲/۳۰۰

۱۲۵؎ لانہ لاثبات لہ اذ المال غاد ورائح، حوالہ مذکور

۱۲۶؎ سنن ترمذی ۲/۵۸ کتاب الزہد، سنن ابن ماجہ ۲/۳۹۶ حدیث صحیح (تعلیق الالبانی) نیز دیکھئے المبسوط ۵/۲۵، المغنی ۶/۴۸۵

۱۲۷؎ رمز الحقائق ۱/۲۲۲

۱۲۸؎ المبسوط ۵/۲۵

۱۲۹؎ فتح القدیر ۳/۱۹۲ امام نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ان المعتبر الیسار بقدر المہر والنفقۃ فاذا ایسر فہو کفو لصاحبۃ الالوف روضۃ الطالبین ۷/۸۲ اور ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں والیسار المعتبر ما یقدر بہ علی الانفاق علیہا حسب ما یجب لہا ویمکنہ اداء مہرھا المغنی ۶/۴۸۵

۱۳۰؎ دیکھئے الہدایۃ ۲/۴۰۱، الشرح الصغیر ۲/۴۶۷، المغنی ۶/۶۵۰، الفقہ علی المذاہب ۴/۱۸۰ وغیرہ

۱۳۱؎ تبیین الحقائق ۳/۲۵

۱۳۲؎ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ وان کان مطبقا فہو کالجب وبہ ناخذ (الہندیۃ ۲/۱۳۴)

۱۳۳؎ دیکھئے مواہب الجلیل ۳/۵۲ روضۃ الطالبین ۷/۸۰ صیمری اور رویانی وغیرہ کا خیال ہے کہ اندھاپن اور بدہیئتی بھی مانع کفاءت ہے۔ نیز کوئی بوڑھا کسی جوان عورت کا کفو نہیں ہے حوالہ مذکور (۷/۸۰-۸۳)

۱۳۴؎ المغنی ۶/۴۸۵

۱۳۵؎ رد المحتار ۴/۲۲۰

۱۳۶؎ البحر ۳/۱۳۴

۱۳۷؎ منحۃ الخالق ۳/۱۳۴

۱۳۸ه المغنی ۶/ ۴۸۵

۱۳۹ه صحیح بخاری، کتاب العتق، باب بیع الولاد وہبۃ - امام بخاری نے اسے مختلف مقامات پر روایت کیا ہے۔

۱۴۰ه بدایۃ المجتہد ۲/ ۲۶

۱۴۱ه دیکھئے الہدایۃ مع فتح القدیر والعنایۃ ۱/ ۱۹۱، روضۃ الطالبین ۷/ ۸۰

۱۴۲ه الحسیب یکون کفوا للنسیب فتح القدیر ۳/ ۱۹۰ ۱۴۳ه حوالۂ مذکور

۱۴۴ه حاشیہ چلپی علی تبیین الحقائق ۲/ ۱۲۹

۱۴۵ه البحر الرائق ۳/ ۱۳۰، خوارزمی نے صدر الاسلام کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

الذی لہ جاہ وحرمۃ وحشمۃ الکفایہ مع الفتح ۱۹۲، جبکہ فتح القدیر اور بحر وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں

"الذی لہ جاہ وحشمۃ ومنصب"

۱۴۶ه فتح القدیر ۳/ ۱۹۰ ان شرف النسب او العلم یجبر نقص الحرفۃ بل یفوق سائر الحرف، فتح القدیر ۳/ ۱۹۱

۱۴۷ه فتح القدیر ۳/ ۱۹۰

۱۴۸ه رد المحتار ۴/ ۲۱۸

۱۴۹ه حوالہ مذکور

۱۵۰ه حوالہ مذکور ۴/ ۲۱۵، واضح رہے کہ حسب سے مراد جاہ حشمت اور منصب ہیں جیسا کہ ابن عابدین شامی

نے رد المحتار اور منحۃ الخالق میں لکھا ہے۔

۱۵۱ه دیکھئے فتاوی رضویہ ۳/ ۱۱۷

۱۵۲ه رواہ مسلم، مشکوٰۃ ۱/ ۷۰ کتاب العلم

۱۵۳ه فتح القدیر ۳/ ۱۹۳

۱۵۴ه البدائع ۲/ ۳۱۹

عہدِ نبوی کے غزوات وسرایا

ڈاکٹر رؤفہ اقبال صاحبہ نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریۂ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۴۷ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی - پان والی کوٹھی - دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲